قرآن میں نسخ کا جواز

ڈاکٹر ریحانہ فردوس

ا۔ نسخ کی تعریف :

قرآن کے مطالعہ کے سلسلہ میں ایک نہایت اہم بحث ناسخ و منسوخ کی آتی ہے. اور تقریباً تمام علماء کے نزدیک نسخ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی کسی ایک آیت کا حکم کسی دوسری آیت سے منسوخ ہو جائے. جو کہ بعد میں نازل ہوئی ہو. اور منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی آیت کا حکم اٹھ جائے. یعنی اس کی شرعی حیثیت ختم ہو جائے. (۱) اس طرح کا نسخ علماء کے نزدیک صرف احکام میں ممکن ہے. ان آیات میں ممکن نہیں. جو عقائد، عبادات، اخلاق یا اخبار کے بارے میں وارد ہوتی ہیں. اور تمام علماء یہ بھی مانتے ہیں کہ قرآن میں یقیناً نسخ واقع ہوا ہے. البتہ اس کے تعین میں بڑا اختلاف ہے. (۲) اور اس کے مختلف اسباب ہیں کیونکہ جب تک آیات کی تقدیم و تاخیر کا علم مفسر کے پاس نہ ہو وہ ناسخ و منسوخ کا حکم نہیں لگا سکتا. اور بعض جگہ اگر وقت کا تعین ہو بھی جائے تو یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ کون سی آیت کس آیت سے منسوخ ہے. پھر آیات میں جو احکام آئے ہیں. ان کی تاویل میں بھی بہت اختلاف ہے. بعضوں کے نزدیک ایسی تاویل ہو سکتی ہے کہ آیت میں نسخ کی ضرورت نہ رہے اور بعضوں کے نزدیک ایسی تاویل ممکن نہیں. اس کے علاوہ بعض علماء ایسے بھی ہیں جو قرآن میں نسخ کے قائل نہیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو موخر کرتے ہیں تو اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں۔ (۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پرانی شریعتوں کے احکام کو منسوخ کر کے ان سے بہتر احکام شریعت محمدؐیہ کے لیے نازل کرتا ہے۔ ہم اس موضوع پر آئندہ روشنی ڈالیں گے لیکن فی الحال یہی کہتے ہیں کہ اس رائے کے ماننے والے بہت کم ہیں۔ مفسرین اور فقہاء کی کثیر تعداد قرآن میں نسخ کی قائل ہے۔

۲۔ نسخ کی ضرورت :

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن جستہ جستہ تقریباً تیئس (۲۳) سال کے وقفہ میں آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا۔ اس تدریج کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اسلام کی دعوت کے تمام مراحل ایک ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ اس

لیے شروع میں صرف وہ آیتیں آئیں جن کا تعلق توحید اور اللہ کی ذات و صفات سے تھا۔ پھر وہ آیتیں جن کا تعلق اس کی اطاعت و بندگی سے تھا۔ اور پھر وہ آیتیں جن میں اس کی تخلیق اور تمام کائنات اور مخلوقات پر اس کی حکمرانی اور تصرف کا ذکر ہے۔ پھر وہ آیتیں جن میں بنیادی اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور پھر وہ آیتیں جن میں ابتدائی دعوت کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ اور یہ سب باتیں بھی کافی وقفہ کے بعد ایک کے بعد ایک آتی رہیں۔ کیونکہ اگر یہ سب باتیں ایک ساتھ کہی جاتیں تو وہ کسی کی سمجھ میں نہ آتیں۔ اس طرح جب حضور ﷺ نے مدینے میں ہجرت فرمائی اور وہاں ایک اجتماعی نظام قائم ہوا اور دین اسلام کو سیاسی اقتدار بھی حاصل ہوا تو وہاں شریعت کا نزول شروع ہوا۔ اور پہلے وہ احکام آئے جو زیادہ ضروری تھے اور کلی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر ان کی فروعات اور جزئیات نازل ہوئیں۔ یہاں بھی دعوت کا تقاضا یہ تھا کہ بعض اہم معاملات میں آخری احکام شروع میں نہیں دیئے جاسکتے تھے۔ مثلاً شراب نوشی اور سود کی حرمت کے متعلق یا ازواج کی تحدید کا حکم' یا کفار و مشرکین سے جنگ و صلح کے احکام وغیرہ' تو چونکہ دعوت کی طبیعت کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ایسے تھے جن کی افادیت صرف ایک وقت متعین کے لیے تھی۔ جب حالات استوار ہوئے اور اسلام کی حقانیت دلوں میں راسخ ہوگئی تو آخری احکام آئے اور ابتدائی احکام منسوخ ہوگئے' اس طرح بعض اجتماعی ضروریات شروع شروع میں اس طرح واقع ہوئیں کہ ان کے فوری حل کی ضرورت تھی اور ایسا ہی حل پیش کیا گیا، لیکن جب حالات مستحکم ہوگئے تو یہ شروع کے احکام بھی بدل گئے جیسے وصیت اور وراثت کے احکام۔ مختصر یہ کہ دعوت کی ضرورت کے پیش نظر علماء کا یہ خیال ہے کہ احکام کے نزول میں تدریج ضروری تھی۔ اس لیے قرآن میں نسخ کے واقع ہونے سے کوئی حرج نہیں پیدا ہوتا بلکہ اس سے تاریخ دعوت کا صحیح پتہ چلتا ہے اور بعد کے ایام میں اس تاریخ کے واقعات سے صحیح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ علماء کی اس توجیح پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا جائزہ ہم آئندہ لیں گے۔

۳۔ نسخ کی قسمیں :

بعض علماء قرآن کے نزدیک قرآن کا نسخ صرف قرآن سے ہو سکتا ہے۔ حدیث سے نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بعض اس کے بھی قائل ہیں کہ حدیث سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ لیکن اکابر علماء اور متکلمین اس کے خلاف ہیں۔ (۴) ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ قرآن کے کسی حکم عام کی تخصیص کسی حدیث سے ہو جائے۔ یا اس کے مجمل کا بیان ہم کو کسی حدیث میں ملے لیکن ایسی صورتوں میں سب کے نزدیک قرآن کا عموم باقی رہتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں نماز کی فرضیت مسلّم ہے اور اس کا ذکر بہت کثرت سے آیا ہے۔ لیکن اس کا بیان اور اس کا تعین صرف حدیث سے ہوتا ہے۔ تو یہاں کوئی تضاد واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ کے نبی کا کام یہی تھا کہ خدا کے احکام اور اس کے پیغامات کو روشن اور واضح کر کے لوگوں کو عملاً سمجھائے۔ اس سے قرآن کی اصلیت و ابدیت اور اس کی توقیفی

ہونے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

نسخ کی تین اقسام بیان کئی گئے ہیں :

ایک وہ آیات ہیں جن کا حکم منسوخ ہے اور ان کی تلاوت باقی ہے۔ دوسری وہ ہیں جن کی تلاوت منسوخ ہے اور ان کا حکم باقی ہے۔ تیسری وہ ہیں کہ جن کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں۔(۵) ان میں سے تیسری قسم کی آیات جو نہ کہیں موجود ہیں اور نہ ان کا حکم معلوم ہے۔ ان کا تذکرہ کرنا انتہادرجہ کی بے وقوفی اور قرآن کی توہین ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ مان لیں کہ بعض آیتیں قرآن میں نازل ہوئی تھیں اور بعد میں ان کی تلاوت اور احکام دونوں منسوخ ہو گئے۔ تو پھر ہم لوگ اپنی طرف سے لاتعداد آیتوں کا اضافہ کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ان کے شمول کی کوئی نہ کوئی حکمت رہی ہوگی اور اس شمول کی تلاش میں ہم پورے قرآن کو غارت کر سکتے ہیں۔(۶) چنانچہ بعض بدعتی فرقوں بلکہ سنی علماء نے بھی یہی کیا ہے۔ اور اپنی تفسیروں میں لکھا ہے کہ فلاں اور فلاں آیت اپنی تلاوت اور حکم کے ساتھ منسوخ ہو گئی ہے۔ اسی بناء پر ان مفسرین کے نزدیک منسوخ آیتوں کی تعداد پانچ سو سے بھی زیادہ ہے۔ اور یہ لوگ تعداد کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ وہ منسوخ آیات کہاں ہیں۔ دراصل یہ سب فتنے تھے جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اسلام کی تخریب کے لیے اٹھے تھے اور تخریب کا سب سے اچھا ذریعہ یہ تھا قرآن ہی کو خردبرد کر دیا جائے اور اس میں اتنا انتشار پیدا کر دیا جائے کہ لوگ اس کی ہدایات اور مقاصد آسانی سے نہ سمجھ سکیں۔

رہیں وہ آیات کہ جن کی تلاوت منسوخ ہے لیکن ان کا حکم باقی ہے۔ تو یہ بھی ایک حد درجہ مضحکہ خیز بات ہے۔ کیونکہ جب ان کا حکم باقی رہا تو اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی کہ ان کی تلاوت منسوخ کر دی جائے۔ اگر وہ باقی رہتی تو اس کے پڑھنے سے کچھ ثواب ہی ہوتا۔ لطف یہ ہے کہ اس ضمن میں علمائے نسخ صرف ایک آیت پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سورہ النور میں آیت رجم شامل ہونے سے رہ گئی تھی۔(۷) اور اس ایک آیت کی بناء پر نسخ کی ایک الگ قسم قرار دے دی۔ اسی طرح نسخ کی تیسری قسم یعنی یہ کہ آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں اس کے بارے میں بھی حضرت عائشہؓ سے ایک روایت منقول ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ قرآن میں ایک آیت نازل ہوئی تھی۔(۸) جس میں رضاعت کا ذکر تھا جس سے حرمت رضاع ثابت ہوتی تھی۔ اس کے بعد دس مرتبہ کو منسوخ کر کے پانچ مرتبہ کر دیا گیا اور جب رسول اللہ کی وفات ہوئی تو یہ آیت قرآن میں موجود تھی۔ اور اس قسم میں بھی نسخ کی صرف ایک مثال ہے۔ ان دونوں قسموں سے متعلق صرف ایک ایک مفروضہ آیت پیش کی گئی ہے۔ لیکن قرآن کے متن کے تعین کا ایک بنیادی اصول ہے۔ جس کے تحت حضرت ابوبکر کے زمانہ میں قرآن جمع ہوا تھا اور حضرت عثمان کے عہد میں اس کو لغت قریش کے مطابق متعین کیا گیا اور وہ اصول یہ تھا۔ وہی چیز قرآن ہے جو اس وقت

تواتر سے ثابت تھی۔ یعنی جس کو کثرت سے صحابہ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور ان کو وہ حصہ یاد ہو اور وہی چیز تحریر میں موجود ہو چنانچہ جب قرآن جمع کیا گیا۔ تو دونوں خلافتوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں اٹھا جس نے یہ کہا ہو کہ فلاں اور فلاں آیت جمع ہونے سے رہ گئی ہے اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ تمام صحابہ کا جمع کئے ہوئے قرآن پر پورا اتفاق تھا کہ یہ وہی قرآن ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ پھر یہ سوال ہے کہ یہ دو منسوخ آیتیں جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کہاں سے آگئیں۔ کیا عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں یہ موجود تھیں اور ان کو قصداً یا سہواً چھوڑ دیا گیا۔ تاریخی شہادت سراسر اس کے خلاف ہے' واقعہ یہ ہے کہ ان آیتوں کا ذکر صرف اخبار احاد میں آتا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ ایسی خبروں کا اعتبار تو عام طور پر فقہ کی جزئیات میں بھی نہیں کیا جاتا اور سب کے نزدیک قرآن کا کوئی جز جو تواتر سے ثابت نہ ہو۔ وہ قطعاً مردود اور ناقابل قبول ہے پھر جن لوگوں نے اس طرح کی روایتیں پیش کی ہیں' انہوں نے ایسا احمقانہ فعل کیوں کیا۔ جب کہ انہیں معلوم تھا کہ امت مسلمہ اس قسم کی آراء کو کبھی قبول نہیں کرے گی چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ یہ آیتیں کبھی قرآن میں داخل نہیں کی گئیں۔ لیکن اکثر مفسرین نے خصوصاً ان لوگوں نے جنھوں نے ماثور کے اصول پر تفسیریں لکھیں۔ ان روایات کو ضرور نقل کیا اور اس سے یہ فتنہ پھیلا' اور رہیں وہ آیتیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں اور ان کے اصلی وجود کا بھی پتہ نہیں' تو یہ روایتیں بعد کے منافقین اور دشمنان اسلام کی گھڑی ہوئی ہیں جنھوں نے اسلام کے حلقہ میں داخل ہو کر دینی علوم میں کمال پیدا کر کے اور لوگوں کے دکھانے کے لیے زہد و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ کر یہ دعوے کیے کہ قرآن کی فلاں سورت میں اتنی آیتیں منسوخ ہو گئیں اور فلاں سے اتنی۔ وہ عام مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ قرآن بدقسمتی سے آدھا تہائی رہ گیا ہے۔ اور شروع کے مسلمانوں کی غفلت اور سازش کی وجہ سے اس کا قیمتی حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ کتاب جو دین کی اصل تھی اسی میں رخنہ پڑ چکا ہے۔ اس لیے دین کی سلامتی کی بھی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اور اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قرآن میں جو کچھ ہے وہی پورا دین ہے۔ لیکن خدا کے دین میں صحیح اور سچے عالم ہمیشہ پیدا ہوتے رہے انہوں نے ان فتنوں کا مقابلہ کیا اور اس طرح کی گمراہی پھیلانے والوں کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ اور قرآن کے متن میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہو سکی۔ لیکن چونکہ تفسیر کی کتابوں میں یہ روایات موجود ہیں۔ اس لیے ابھی تک اکثر علماء کہتے ہیں کہ قرآن سے بہت سی آیتیں منسوخ ہو کر خارج ہو چکی ہیں اور ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا حکم باقی ہے لیکن ان کی تلاوت منسوخ ہے۔

اصل میں ناسخ و منسوخ کا مسئلہ پہلی قسم کی آیتوں سے متعلق ہے۔ جن کی تلاوت قرآن مجید میں باقی ہے لیکن ان کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں دقت صرف یہ ہے کہ جب یہ آیتیں منسوخ ہو گئیں۔ تو ان کی تلاوت کیوں باقی رہ گئی اس کا جواب ہم آگے چل کر دیں گے۔

۴۔ مکثرین اور مُقلّین :

نسخ کے بارے میں ہم نے اوپر جو اختلافات بیان کئے ہیں ان کی وجہ سے منسوخ آیتوں کی تعداد کے بارے میں علمائے قرآن کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ بعض لوگ ان آیتوں کی تعداد اتنی زیادہ بڑھاتے ہیں کہ ان کی مقدار ان کے نزدیک اصلی قرآن کا ایک اہم جز بن سکتی ہے۔ یعنی بعض کے خیال میں ان آیتوں کی تعداد پانچ سو سے بھی زیادہ ہے۔ یہ لوگ مکثرین کہلاتے ہیں یعنی جو زیادہ سے زیادہ نسخ کے قائل ہیں۔ جیسے محمد بن عبداللہ ابن عربی (م ۵۴۳) نے اپنی تفسیر "احکام القرآن" میں منسوخ آیتوں کی تعداد گنوائی ہے اور انہیں میں ہبۃ اللہ ابن سلامۃ ابن ابی القاسم البغدادی ہیں (م ۴۱۰) جن کی کتاب "الناسخ والمنسوخ" شائع ہو چکی ہے۔ یہ کثرت نسخ کے سب سے بڑے وکیل ہیں۔ (۹)

قرآن میں جہاں جہاں عموم میں تخصیص پیدا کی گئی ہے یا مطلق کو مقید کیا گیا ہے اور ایسا بہت ہوا۔ تو ان لوگوں نے عموم اور اطلاق کی تمام آیتوں کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن میں ایسا بہت ہوا ہے کہ کہیں ایک حکم مجمل طور پر آیا ہے۔ اور اس کی تفصیل دوسری جگہ یا کئی جگہوں پر آئی ہے تو ان لوگوں نے پہلی آیتوں کو منسوخ کہہ دیا ہے۔ حالانکہ ان آیتوں میں تدریج تھی اور آخری حکم صرف ملتوی رکھا گیا تھا۔ لہذا آخری حکم نے ابتدائی احکام کو منسوخ نہیں کیا بلکہ ان کی تکمیل کی یا بعض صورتوں میں ان کی وقتی کیفیت کو بدل بھی دیا۔ جیسے حرمت خمر کی آیات میں پہلے برا کہا گیا پھر نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا گیا اور آخر میں شراب پینے کو حرام قرار دیا گیا۔ یہ تدریج کیوں اختیار کی گئی۔ ہم اس پر آئندہ بحث کریں گے لیکن بعض علماء نے ان آیتوں کے سمجھنے میں بڑی غلطی کی اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا اختیار ہے۔ وہ جو چاہے حکم بھیجے اور جو چاہے اٹھالے۔ لیکن اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقل اور اس کی ضروریات کی کوئی قیمت نہیں۔ حالانکہ یہی سب سے بڑا تحفہ ہے جو اس نے انسانوں کو دیا ہے۔

اس کے برخلاف علماء کی دوسری جماعت ہے جو قرآن میں اسقدر نسخ کی قائل نہیں ہے۔ ان کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد بہت کم ہے اور بعض اکابر علماء کے نزدیک یہ تعداد بہت ہی کم ہے۔ انہیں میں چوتھی صدی ہجری کے علامہ زرکشی، مراکشی، ہیں جن کی کتاب "البرھان فی علوم القرآن" نہایت جامع اور معتبر سمجھی جاتی ہے۔ انہیں میں مشہور مفسر نیشاپوری جن کی تفسیر کی ابن خلدون نے خاص طور پر تعریف کی ہے۔ انہیں میں جلال الدین سیوطی ہیں جو نویں صدی ہجری کے اوائل کے مشہور عالم ہیں۔ ان کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" اس موضوع پر غالباً سب جامع کتاب ہے۔ کیونکہ وہ متاخرین میں سے تھے۔ ان کے نزدیک قرآن میں صرف اکیس آیتیں منسوخ ہیں۔ (۱۰) لیکن ان کے نزدیک ان سب آیتوں کی متبادل تفسیر ممکن ہے اس لیے قرآن میں کوئی بھی آیت منسوخ

نہیں ہے اور انہیں میں شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں وہ بھی اکثر منسوخ آیتوں کی قابل قبول دوسری تفسیر بیان کرتے ہیں ۔لیکن ان کے نزدیک پانچ آیتیں یقینی طور پر منسوخ ہیں۔(۱۱) لیکن اس نسخ کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ان کے مقابلے میں سیوطی کے دلائل زیادہ مضبوط ہیں۔اسطرح اس دور میں صبحی صالح کی کتاب ''مباحث فی علوم القرآن'' بھی خاص اہمیت کی حامل ہے۔انہوں نے بھی مسئلہ نسخ پر ایک جامع بحث کی ہے تمنا عمادی کی کتاب اعجاز القرآن واختلاف القرات میں مسئلہ ناسخ و منسوخ پر بہت عمدہ بحث ملتی ہے۔(۱۲)

۵۔نسخ پر اعتراضات :

(۱) پہلا اعتراض یہ ہے کہ اگر قرآن کے اندر کچھ آیتیں منسوخ ہیں یعنی انکی تلاوت موجود ہے اور ان کا حکم ختم ہو چکا ہے' تو پھر ان کو کتاب میں کیوں باقی رکھا گیا ہے۔خود قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس میں کہیں سے باطل نہیں آسکتا لیکن بیکار چیز کا وجود بالکل باطل کے مترادف ہے پھر خدا نے کس حکمت کے تحت ان منسوخ آیتوں کو اپنی کتاب میں باقی رکھا۔جو نسخ کے قائل ہیں اور امت کے تقریباً تمام علماء اس کے قائل ہیں وہ نہ تو یہ سوال اٹھاتے ہیں نہ اس کا جواب دیتے ہیں۔

(۲) نسخ کے متعلق جو بے شمار روایتیں آئی ہیں اور منسوخ آیتوں کی تعداد کے بارے میں جو شدید اختلافات ہیں ان سے یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ غالباً قرآن کے بہت سے اجزاء اس میں شامل ہونے سے رہ گئے ہونگے علماء قرآن نے اس اعتراض کا تفصیل سے جواب دیا ہے لیکن اس سے تشفی نہیں ہوتی کیونکہ نسخ کے اصول نے ایک ایسا رستہ کھول دیا ہے جس کے ذریعے قرآن کے اندر حذف واضافہ کی راہ پیدا ہو گئی ہے اسی سے فائدہ اٹھا کر بعض مستشرقین نے قرآن کے نئے ایڈیشن تیار کئے ہیں جن میں آیتوں اور سورتوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے اور آیتوں کی تعداد میں بھی فرق ہے۔اور کہیں کہیں کم اور زیادہ آیتیں بھی ہیں۔جیسے کہ Bell کے ایڈیشن میں یہ سب باتیں اسی لیے واقع ہوئی ہیں کہ نسخ کے اصول نے ان کا دروازہ کھول دیا تھا ورنہ اس طرح کے امکانات پر کوئی غور بھی نہ کرتا۔

(۳) مستشرقین کہتے ہیں کہ نسخ کا اصول خود آنحضرت ﷺ نے متعین کیا تھا اور اس سے اپنی زندگی ﷺ اکثر کام لیتے رہے۔کیونکہ جب آپ کو ضرورت پیش آتی تھی آپ پچھلی آیتوں کے احکام منسوخ کر دیتے تھے،اور چونکہ آپ کی زندگی بہت مصروف تھی۔اس لیے اپنے آخری ایام میں بعض آیتوں پر نظر ثانی نہیں کر سکے اگر کرتے تو ان کو بھی منسوخ کر دیتے۔لیکن چونکہ آپ کو اس کا موقع نہیں ملا اس لیے قرآن میں تضاد باقی رہ گیا اور آج تک علماء اسی نسخ کے اصول سے اس تضاد کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ اعتراض انتہائی سنگین ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی تصنیف ہے ورنہ خدا کے احکام میں حضور ﷺ کیسے تبدیلی پیدا کر سکتے تھے اور اسی سے دوسرا شک یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ آپؐ نے خود کیا تھا خدا نے آپ کو اس منصب

پر مامور نہیں کیا تھا۔ نسخ مان لینے کے بعد ہم اس اعتراض کا تشفی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ چنانچہ جن علماء نے جواب دینے کی کوشش کی ہے وہ بالکل کامیاب نظر نہیں آتے۔ (۱۳)

۶۔آیت نسخ :

قرآن میں ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ صرف ایک آیت سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے کہ "ہم جس شریعت کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے فراموش کروا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی شریعت بھیج دیتے ہیں" کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ (۱۴) اگر ہم اس آیت کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ اس میں یہودیوں کے بارے میں تذکرہ ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کی بہت سی آیات میں یہودیوں کے ایک اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ پر وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہودی کہتے تھے کہ اگر کسی غیر یہودی پر وحی نازل ہو تو وہ اسے قبول نہیں کر سکتے۔ یہ بات اس سورہ کی آیات ۹۰، ۹۱ میں واضح کر دی گئی ہے۔ (۱۵) یہی مضمون نسخ کی آیت میں بھی جاری ہے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ اب نئی وحی محمدؐ کے پاس کیوں بھیجی گئی اور اب ایک نئی شریعت اور نئے احکام کے اجراء کی کیا حاجت تھی اس کا جواب دینا ضروری تھا اس اعتراض کا جواب کچھ تو اوپر کی آیات میں دیا گیا ہے۔ جہاں کہا گیا ہے جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب یا مشرک ہیں وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے خیر و برکت نازل ہو اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے، اور کچھ زیر بحث آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ پہلی آیت میں یہودیوں اور مشرکین سے کہا گیا ہے کہ وہ جہاں چاہے اپنی وحی بھیجے اور جس پر چاہے اپنا کرم کرے۔ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ یعنی اگر ایک شریعت منسوخ کر دی گئی ہے تو اس سے بہتر شریعت محمد ﷺ کے ذریعہ بھیجی گئی ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ یہاں یہ کہا گیا ہے کہ نئی شریعت پہلے سے بہتر ہے یا اس جیسی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگرچہ قرآن کو پچھلی شریعتوں سے کلی اور قطعی فضیلت حاصل ہے تو بہت سے اعتبارات سے اس کے باوجود ان دونوں کے درمیان مشابہت کے بھی بہت سے پہلو ہیں۔ اسی لیے آیت میں "اس کے مثل" کے الفاظ بڑھائے گئے ہیں۔

بعد کی آیت ۱۰۷ میں ان قوانین کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو کائنات اور فطرت میں جاری ہیں۔ اور یہ بات اسی لیے کہی گئی ہے کہ نظام فطرت میں حالات بدلتے رہتے ہیں اور پچھلے نظام کی جگہ بہتر نظام لیتا رہتا ہے اور اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ فطری بات تھی کہ وہ موسوی شریعت جو ایک خاص قوم کو ایک خاص زمانہ کے لیے دی گئی تھی اور جو اس قوم کی ضروریات کو پوری کر سکتی تھی اس کی جگہ اب ایک نئی اور عالمی شریعت آئے اور یہی وہ شریعت تھی جس کا نام اسلام رکھا گیا۔ پرانی شریعت کے احکام کچھ تو لوگ بھول گئے تھے اور ان میں سے جو احکام باقی رہ گئے تھے ان کو ان سے بہتر شریعت نے آکر منسوخ کر دیا اور یہ نئی شریعت کے مطابق رہی یعنی

پرانے احکام کو باقی رکھا۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں نسخ سے مراد موسوی شریعت کی تنسیخ ہے اور اس کے بیان کا مقصد یہودیوں کے اعتراض کا جواب دینا ہے۔ (۱۶)

اور یہ بات کہ قرآن کی بعض آیتیں دوسری آیتوں سے منسوخ ہوگئی ہیں اگرچہ اس نظریہ کو علماء عام طور پر تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ غلط فہمی اس آیت کے غلط سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے۔ یہاں جو لفظ آیت استعمال ہوا ہے 'اس کو قرآن کی آیت کے مفہوم سے لیا گیا ہے۔ اسی طرح کے الفاظ دوسری جگہ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں اور خدا جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ تم تو یونہی اپنی طرف سے بنالیتے ہو حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نادان ہیں"۔ (۱۷)

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اور اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ قرآن میں نسخ کے ماننے والے تمام لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مکہ میں قرآن کے اندر کوئی نسخ واقع نہیں ہوا کیونکہ وہاں احکام کی تفصیلات نازل نہیں ہوئیں' (اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے) اس لیے اس مقام پر لفظ آیت جو دوبار وارد ہوا ہے اس کا مفہوم صرف خدا کی طرف سے کسی پیغام یا خبر کے معنی میں ہم لے سکتے ہیں۔ اس لیے لفظ آیت کے پہلے ورود سے مراد پہلی شریعتیں ہیں اور دوسرے ورود سے مراد دوسری شریعت یعنی قرآن ہے۔

آیت نسخ کی تشریح میں ایک بھی حدیث ایسی موجود نہیں ہے جس میں آنحضرت ﷺ سے یہ روایت کی گئی ہو کہ قرآن کی فلاں آیت منسوخ ہوگئی ہے۔ یہ محض آنحضرت ﷺ کی سند تھی جس کی بناء پر کسی آیت کو قرآن کا ایک حصہ تسلیم کیا گیا تھا لہذا آپؐ ہی کی سند سے قرآن کا کوئی حصہ منسوخ ہو سکتا تھا لیکن حدیث کے تمام مجموعوں میں نبیؐ سے نسخ کی ایک بھی روایت موجود نہیں ہے۔

ایک اور بات جس سے قرآن میں ناسخ و منسوخ کے نظریہ کا حتمی طور پر ابطال ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نسخ کے ماننے والوں کے درمیان آپس میں شدید اختلاف ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ منسوخ شدہ آیتوں کی تعداد پر کوئی اتفاق نہیں ہے۔ مثلاً بعض کے نزدیک صرف پانچ آیتیں منسوخ ہیں اور دوسروں کی نظر میں ان کی تعداد کئی سو تک پہنچتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نسخ کے نظریہ کی بنیاد صرف وہم و گمان ہے۔ دوسری بات سوچنے کی یہ ہے کہ جب ایک مفسر کسی آیت کو منسوخ قرار دیتا ہے تو دوسرا مفسر اسی آیت کو محکم بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ پہلے مفسر کی رائے غلط ہے۔ (۱۸) ہم بخاری میں خصوصیت کے ساتھ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ متضاد آراء ساتھ ساتھ پیش کی گئی ہیں مراد یہ ہے کہ بخاری نے کتاب التفسیر میں بہت جگہ یہ لکھا ہے کہ فلاں آیت کے بارے میں ایک صحابی کی رائے ہے کہ وہ منسوخ ہے اور دوسرے کی رائے ہے کہ وہ منسوخ نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب ایک مفسر ایک آیت کو دوسری آیت سے تطبیق نہ دے سکا تو اس نے کہہ دیا کہ پہلی آیت دوسری سے منسوخ ہوگئی۔ لیکن دوسرے مفسر نے

زیادہ غور و خوص سے دونوں آیتوں کے درمیان توافق پیدا کر دیا اور یہ کہا کہ یہاں کوئی نسخ واقع نہیں ہوا ہے یہی وہ بنیاد ہے جس پر قرآنی آیات کے نسخ کا نظریہ قائم ہے۔ اور اس بنیاد کو خود قرآن نے اکھاڑ کر پھینک دیا جب اس نے فرمایا کہ " کیا وہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے اگر وہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف سے آیا ہوتا تو وہ اس کے اندر بہت سے تضاد پاتے"۔ (۱۹) آیت سے یہ بات واضح ہے کہ قرآن کے اندر کوئی تضاد نہیں ہے اور اگر لوگوں نے اس کے اندر نسخ ڈھونڈ لیا ہے تو اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ قرآن پر غور نہیں کرتے۔

اوپر کی بحث سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن میں نسخ کا مسئلہ مفسرین اور فقہاء نے پیدا کیا ہے۔ اس کی نہ تو کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی یعنی خود قرآن اور آنحضرت ﷺ کی حدیث سے قرآن میں نسخ ثابت نہیں ہوتا اور نہ عقلی جائزہ سے قرآن کے اندر کسی نسخ کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ ایک خاص آیت کا مفہوم :

ہم اوپر کی بحث میں بتا چکے ہیں کہ لوگ نسخ کے جھگڑے میں اس لئے پڑے کہ وہ غور و تامل سے آیات میں تطبیق نہ دے سکے اسی طرح جن لوگوں نے قرآن کا زیادہ گہرا مطالعہ کیا انہوں نے یا تو اس کے اندر سرے سے کوئی نسخ تسلیم نہیں کیا یا کم سے کم آیات کو منسوخ سمجھا۔ انہیں میں سے ایک جلال الدین سیوطی ہیں۔ ان کے نزدیک روایتی طور پر زیادہ سے زیادہ اکیس آیتوں میں نسخ ثابت ہے۔ لیکن خود ان کی اپنی رائے میں ان تمام آیتوں کی تاویل ممکن ہے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ کے نزدیک صرف پانچ آیتوں میں نسخ ہے لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ یہ مسئلہ غور و تامل کا ہے۔ یعنی اگر ہم دو آیتوں میں تطبیق نہیں دے سکتے تو ان میں سے ایک آیت منسوخ نہیں ہو جائے گی بلکہ اس سے صرف ہمارے فہم کا قصور ثابت ہوگا۔ جیسا کہ سیوطی اور شاہ ولی اللہ کی مثالوں سے ابھی واضح کیا گیا ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اگر سیوطی کی روایت کردہ اکیس یا شاہ ولی اللہ کی تسلیم کردہ پانچ آیتوں کو منسوخ مان لیا جائے تو اس سے درحقیقت کوئی بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ ان تمام آیتوں کی قابل قبول تاویل ممکن ہے اور یہ بات علوم القرآن کی مختلف کتابوں اور قرآن کی تفسیروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک ایک آیت ایسی ہے جو لوگوں کے نزدیک منسوخ ہے اور اس کو غیر منسوخ نہ ماننے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی اے ایمان والو' تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم مدہوشی کی حالت میں ہو اور جب تک تمہیں یہ نہ معلوم ہو کہ تم کیا کہتے ہو"۔ (۲۰) اس آیت کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے لیکن اگر نسخ کے نظریہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ آخر اس آیت کا مفہوم کیا ہے کیونکہ اگر یہ محکم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے علاوہ دوسری حالتوں میں شراب کا پینا جائز ہے۔ اس کی ہمارے نزدیک دو تاویلیں ہیں۔

پہلی تاویل :

لفظ سکران سے مراد وہ شخص ہے جو نشہ میں ہو اور بعض اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جو شراب پی کر نشہ میں ہو بعض دوسرے یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے کہ جس پر نیند کا نشہ طاری ہو۔ یہ دونوں مفہوم لغت کی مشہور کتاب تاج العروس میں درج ہیں اور لفظ سکر کا اطلاق بلا شبہ بعد والے مفہوم پر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ لفظ سکر کے وضعی معنی روک دینے کے ہیں۔ اسکے علاوہ قرآن میں سکرات الموت کا ذکر بھی ہے۔ (۲۱) یعنی وہ حالت جو موت سے ذرا پہلے انسان پر طاری ہوتی ہے جب وہ اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں سکرات الہمہ کا لفظ بھی آتا ہے جس سے مراد وہ حالت ہے جس میں انسان شدید غم کی وجہ سے اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اسی طرح سکرات النوم کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد وہ حالت ہے جس میں انسان پر نیند کا سخت غلبہ ہوتا ہے جس میں وہ اپنے پورے حواس میں باقی نہیں رہتا۔ اس آیت میں لفظ "سکاریٰ" میں یہ سارے مفہوم موجود ہیں۔ یعنی آیت کا مفہوم یہ لینے کی ضرورت نہیں کہ جو شخص شراب کے نشے میں ہو نماز نہ پڑھے بلکہ یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ جب آدمی کے اوپر غم یا نیند کا غلبہ ہو تو وہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے اور بعد کے الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ تم ایسی حالت میں نماز نہ پڑھو کہ جس میں تم کو خود معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو' اور یہ بات بھی واضح ہے کہ آیت میں شراب یا کسی اور نشہ آور چیز کا ذکر نہیں ہوا ہے۔

دوسری تاویل :

آیت کی ایک دوسری تاویل بھی ممکن ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک تم کو یہ نہ معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو' یعنی نماز میں کیا پڑھ رہے ہو اکثر مفسرین نے آیت کا مفہوم یہ لیا ہے کہ ابتداءً لوگ نماز کے علاوہ دوسری حالتوں میں شراب پی سکتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے آیت خمر سے۔ (۲۲)

آیت میں خمر کا کوئی ذکر نہیں ہے جس کو لوگوں نے منسوخ قرار دیا ہے۔ بلکہ پہلے یہ کہا گیا ہے کہ نشہ کی حالت میں چاہے وہ کسی بھی چیز یا کیفیت سے طاری ہو انسان کے حواس معطل ہو جاتے ہیں اور اس کا شعور اور اس کی عقل بے کار ہو جاتی ہے' اور ایسی حالت میں وہ جو کچھ کہتا ہے اسے خود علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور عقل' انسانی شرف کا سب سے بڑا امتیاز ہے' جب انسان اس سے محروم ہوا تو ہر نیک اور مفید عمل سے محروم ہو گیا۔ اس لیے نشہ کے عالم میں ہونا سب سے بڑی برائی ہے' چاہے وہ کسی وجہ سے ہو۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ جب انسان کی عقل پر پردہ پڑا ہو اور اس کو اپنے قول و فعل کا شعور نہ ہو تو ایسی

حالت میں وہ اللہ کی قربت نہ ڈھونڈے (نماز کے پاس نہ جائے)۔ نماز کا ذکر صرف مجازاً کیا گیا ہے کیونکہ وہ افضل العبادات یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے بندگی کا بہترین اظہار اور اس سے تقرب اور ہدایت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ورنہ مراد یہ ہے کہ جب انسان پر نشہ طاری ہو تو وہ خدا سے مناجات نہیں کر سکتا، یعنی اپنی جان و دل کو خدا کے حضور میں نہیں پیش کر سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ "میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین کے لئے ہے"۔ (۲۳) اور خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں پیدا ہو سکتا، اس لئے نہ وہ ہدایت پا سکتا ہے نہ اس سے کسی عمل خیر کی توقع ہو سکتی ہے۔ اور آیت میں صرف یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ایسی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی حالت میں تم کسی طرح بھی خدا کے قریب نہیں جا سکتے اور گئے تو تم کو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ آیت میں یہ لطیف نکتہ بھی موجود ہے کہ یہ نہایت گستاخی کی بات ہے کہ انسان نشہ کی حالت میں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرے اور خود تو بے ہوش ہو اور امید رکھے کہ خدا اس کی طرف متوجہ ہو گا۔

لیکن آیت میں سب سے بڑھ کر یہ بات کہی گئی ہے کہ دنیا میں انسانوں کا ایک گروہ ہمیشہ شرور اور خبائث سے دلچسپی رکھے گا اور کسی نہ کسی نشہ میں چور رہے گا اور اسی کے ساتھ خدا کی عنایت اور خوشنودی حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے گا۔ مگر دونوں چیزیں ایک ساتھ ممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (اے مومنو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ)۔ (۲۴) اور یہ کشمکش دنیا میں ہمیشہ جاری رہے گی اس لئے اس آیت کا حکم بھی ہمیشہ باقی رہے گا لہذا یہ قرآن کی محکم ترین آیتوں میں سے ایک آیت ہے۔

شراب کی کلی حرمت کا مفہوم بھی آیت سے نکل سکتا ہے۔ لیکن مفہوم یہ نہیں ہو گا کہ شراب کے نشہ میں نماز پڑھنا ناجائز ہے اور دوسری حالتوں میں شراب کا نشہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ ہو گا کہ اگر تم خدا کی عبودیت میں داخل ہونا چاہتے ہو شراب بالکل چھوڑ دو۔ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ حرمت خمر میں یہ آیت قطعی ہے، اور آیت خمر (۵ : ۹۰) محض اس کی تفسیر ہے۔ اور ایسا ماننے میں کوئی علمی قباحت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ کسی اعتبار سے یہ آیت منسوخ نہیں، بلکہ ہر اعتبار سے محکم ہے۔

خلاصہ بحث :

مسئلہ نسخ کے مطالعہ سے ہم نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

۱۔ نسخ کے موضوع پر پہلی صدی کے آخر تک کوئی علمی بحث نہیں ملتی۔

۲۔ دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں جب فقہ اور اصول فقہ کی تدوین ہوئی تو مسئلہ نسخ زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔

۳۔ ذخیرہ حدیث میں ناسخ و منسوخ آیات کے بارے میں کوئی واضح اور حتمی بات نہیں ملتی۔

۴۔ صحابہ اور تابعین کے درمیان مسئلہ نسخ پر بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہت کم آیات ایسی ہیں جن کے منسوخ

ہونے کے بارے میں ایک سے زیادہ آراء نہ ہوں۔

۵۔ علمائے امت کا تقریباً اتفاق ہے کہ واقعات و قصص میں نسخ نہیں ہوتا امور قطعیہ، حسی امور اور وہ احکام جو ابدی اور دائمی ہوں ان میں نسخ واقع نہیں ہوتا۔

۶۔ علماء کے نزدیک نسخ صرف احکام میں ہو سکتا ہے۔ جو عملی ہوں وجود و عدم دونوں کا احتمال رکھتے ہوں۔ نہ دائمی ہوں اور نہ کسی وقت کے لیے مخصوص کیے گئے ہوں۔

۷۔ ہمارے نزدیک نسخ کا مسئلہ آیت نسخ کو غلط سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا اس آیت سے مراد موسوی شریعت کی تنسیخ ہے۔ اور یہ آیت دراصل یہود کے اعتراض کے جواب میں تھی۔

۸۔ گزشتہ شریعتوں کا نسخ اور بات ہے اور خود قرآن کے اندر نسخ کا وقوع بالکل الگ بات ہے۔ معاشرے میں تبدیلی ایک مسلمہ حقیقت ہے لہذا پرانی شریعتوں کے بیشتر احکام اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیے جو زمانے اور حالات کے مطابق نہ تھے۔ لہذا ابدی احکامات (جن میں اب کسی نسخ کی ضرورت نہیں) اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی خاتم النبیینؐ محمد مصطفیؐ پر نازل فرما دیے۔

۹۔ بعض علماء کے نزدیک نسخ کوئی عیب نہیں کہ جس کے مان لینے سے قرآن پر کوئی حرف آتا ہو۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں نسخ کے مان لینے سے بہت سے سنگین اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر ہم نے پچھلے صفحات میں کیا۔ خصوصاً مستشرقین نے اسی نسخ کا سہارا لے کر قرآن پر بہت خطرناک حملے کئے ہیں۔

۱۰۔ متقدمین و متاخرین علماء میں نسخ کے مفہوم کے تعین میں بے حد اختلافات ہیں۔ متقدمین کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ تھی جبکہ متاخرین کے مطابق منسوخ آیات کی تعداد بہت کم ہے۔ لہذا مسئلہ نسخ میں علماء کے شدید اختلاف سے اس نظریہ کا ابطال ہوتا ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ نے بعض احکامات کو موخر کیا ہے۔ جیسے قتال کے حکم کو اسلام کے طاقتور ہونے تک ملتوی کیا گیا۔ لہذا اسے انساء یعنی تاخیر البیان الی وقت الحاجۃ کہہ سکتے ہیں۔ یعنی کسی چیز کی تشریح و توضیح کو وقت ضرورت تک ملتوی کرنا۔

۱۲۔ لہذا ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آخری حکم نے ابتدائی حکم کو منسوخ نہیں بلکہ مکمل کیا ہے۔ ابن حزم نے اس موضوع پر نہایت عمدہ بحث کی ہے۔ ان کے مطابق یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ ایک کے بعد دوسرا تکمیلی حکم نازل ہوا ان کے نزدیک یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حکم منسوخ ہو گیا۔

حوالہ جات اور حواشی

۱۔ محمد تقی عثمانی' علوم القرآن اور اصول تفسیر، تصنیف دار العلوم' کراچی' ۱۳۹۶ھ' ص ۱۵۹۔

۲۔ نسخ صرف احکام میں ممکن ہے۔ اس بحث کو محمد علی صدیقی نے تفسیر معالم القرآن سیالکوٹ' ۱۹۷۶' میں رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب اظہار الحق' جلد اول میں آیت مانَنسَخ من آیۃ الخ کی تفسیر کے حوالے سے پیش کیا ہے۔

۳۔ مَانَنسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَانَاتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (۲:۱۰۶)

۴۔ بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی' البرھان فی علوم القرآن' قاہرہ' ۱۳۷۶ھ۔ جلال الدین سیوطی' الاتقان فی علوم القرآن' (مترجم محمد حلیم انصاری) ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۹۸۲' ج ۲' ص ۵۴۔۵۳

۵۔ الاتقان فی علوم القرآن' جلد' ص ۶۴

۶۔ عبد الصمد رحمانی' قرآن محکم' فیصل آباد' تاریخ ندارد' ص ۲۱

۷۔ سیوطی نے ابی ابن کعب اور زید بن ثابت کے حوالے سے لکھا ہے کہ آیت رجم یہ تھی۔ اذازنا الشیخ والشیخۃ فارجموا ھا البتۃ نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم، (الاتقان فی علوم القرآن' ج ۲' ص ۶۸۔۶۴' تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۲۶۱)

۸۔ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں کان فیما انزل رضعات معلومات نفسخن بخمس معلومات فتوفی مما رسول اللہ ﷺ وھن حمایقراء من القرآن۔ اس حدیث کی روایت شیخین نے کی ہے۔ ھن حمایقراء من القرآن کہنے سے تلاوت کا باقی رہنا ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ صورت واقعہ مختلف ہے۔ لہذا اس قول کی بھی تاویل کر لی گئی ہے۔ یعنی فتوفی سے انکی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ کی وفات کا وقت قریب آگیا اور تلاوت بھی منسوخ ہو گئی تھی اور بعض لوگ نادانستگی میں منسوخ آیت کو بھی پڑھا کرتے تھے۔ (بحوالہ الاتقان' ج ۲' ص ۵۶)

۹۔ ابو القاسم ہبۃ اللہ ابن سلامۃ' الناسخ المنسوخ من القرآن' یہ کتاب اسباب النزول القرآن' واحدی کے حاشیہ پر بھی شائع ہو چکی ہے۔ قاہرہ ۱۳۱۵ھ۔

۱۰۔ سیوطی کے نزدیک قرآن میں اکیس آیات منسوخ ہیں۔ اسکے بعد لکھتے ہیں کہ استیذان اور قسمۃ کی آیتوں کو محکم ماننا زیادہ صحیح ہے۔ لہذا ان دونوں آیتوں کو نکالنے کے بعد صرف انیس (۱۹) آیات منسوخ رہ جاتی ہیں۔ (بحوالہ الاتقان' ج ۲' ص ۶۰)

۱۱۔ شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مطبع سعیدی، کراچی (مترجمین سید محمد مہدی اور حبیب الرحمٰن کاندھلوی) کراچی ۱۹۶۳' ص ۶۷

۱۲۔ تمنا عمادی ذ اعجاز القرآن واختلاف القرأت ،(رحمان پبلیشنگ) کراچی ۱۹۹۴

۱۳۔ تمنا عمادی ، اعجاز القرآن واختلاف القرأت ، ص ۶۴ ۷

۱۴۔ ماننسخ من آیة اوننسہانات بخیر منہا اومثلہا ط الم تعلم ان اللہ علی کل شئیٔ قدیر ط(۲:۱۰۶)

۱۵۔ اَنْ ینزل اللہ من فضلہ علی من یّشآء من عبادہ(۲:۹۰)واذاقیل لہم اٰمنو بما انزل اللّٰہ قالوا نؤ من بما اُنْزِل علینا و یکفرون بما ورآءہ(۲:۹۱)

16- Abdullah Yusaf Ali' The Holy Quran: Translation and Commentary ' Karachi' n.d pp. 43-44

۱۷۔ و اذ بدّلنا اٰیۃً مکان اٰیۃ و اللّٰہ اعلمُ بما ینزل۔۔۔(۱۶:۱۰۱)

۱۸۔ تمنا عمادی ' اعجاز القرآن واختلاف القرات ' ص ۳۵۲

۱۹۔ افلا یتدبّرون القرآن ط ولو کان من عِنْدغیراللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً(۴:۸۲)

۲۰۔ یاایہاالذین امنوا لاتقربوا الصّلوٰۃ وانتم سُکاریٰ حتیّٰ تعلموا ماتقولون۔۔۔(۴:۴۳)' عالم اسلام کے مفکرین نے اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر سینکڑوں کتب تحریر کی ہیں۔جو دنیا کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔لہذا ناسخ و منسوخ کے موضوع پر طبع شدہ کتب کی ایک طویل فہرست 'المیزان' اسلام آباد اکتوبر تا دسمبر ۹۷ء اور جنوری تا مارچ ۹۸ء میں شائع ہو چکی ہے۔جو محققین کے لئے مطلوبہ مواد تک دسترس کو ممکن بناتی ہے۔

۲۱۔ وجآءت سکرۃُ الموت بالحق ط ذٰلک ما کنت منہ تحید(قٓ۔۱۲)

۲۲۔ یاایّہاالّذین امنوا انماالخمروالمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۔(مائدہ۔۹۰)

۲۳۔ قل انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ ربّ العالمین(انعام۔۱۶۲)

۲۴۔ یا یُّہاالّذین امنوا ادخلوا فی السّلم کافّۃً۔۔۔(بقرہ۔۲۰۸)

☆ ☆ ☆